بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحدیث محقق العصر امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ

www.facebook.com/MuhaddithZubair

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

☆یہ کتاب صرف قارئین کے مطالعے کیلئے پیش کی گئی ہے

☆دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤنلوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆اس کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ایسا کرنا اخلاقی، قانونی اور شرعی جرم ہے۔

ابوعبداللہ عبدالواحد

سوانح عمری

شیخ الحدیث محقق العصر امام الجرح والتعدیل

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾

العین تدمع والقلب یحزن وانا بفراقک لمحزونون

موت العالم موت العالم، عالم کی موت انسانیت کی موت ہے۔

محترم قارئین!

یہ بات ہر ذی شعور اور صاحب عقل کو معلوم ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اس حقیقت سے نہ کسی کو انکار ہے اور نہ فرار! موت نے ایک دن آنا ہی آنا ہے لیکن کچھ اموات ایسی ہیں جن پر صرف ایک گھر غمزدہ ہوتا ہے اور کچھ ایسی اموات ہوتی ہیں جن پر صرف ایک خاندان دکھی ہوتا ہے، اور کچھ اموات ایسی ہیں جن پر عالم اسلام کو غم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وفات بھی کچھ ایسا ہی حادثہ ہے کہ جس پر عرب وعجم افسردہ ہے لیکن تقدیر الٰہی اور حکم ربانی جب بھی آجاتا ہے تو ﴿لایستاخرون ساعة ولایستقدمون﴾ کا ورد زبان پر جاری رہتا ہے۔

چونکہ احباب کے اصرار وتمنا اور شیخ رحمہ اللہ کی محبت نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا کہ شیخ رحمہ اللہ کے بارے کچھ اختصار کے ساتھ ان کا علمی مقام اور شیخ رحمہ اللہ کے لیل ونہار قلم بند کردوں۔

شیخ رحمہ اللہ کا اسم گرامی: حافظ محمد زبیر علی زئی بن مجدد خان بن دوست محمد خان۔

تاریخ ولادت: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء

مقام ولادت: حضرو ضلع اٹک

آبائی وطن: آپ رحمہ اللہ کے آباء واجداد افغانستان ضلع غزنی علاقہ غوڑہ مَرغی سے علاقہ چھچھ حضرو آئے تھے۔

تعلیمی سفر:

حضرو ہائی سکول میں پرائمری تا میٹرک تعلیم حاصل کی اور ایف اے اٹک کالج میں کیا۔۱۹۷۲ء میں صحیح بخاری کا مطالعہ شروع کیا اور مطالعہ کے دوران اللہ پاک نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مسلک اہلحدیث کی نعمت عطاء فرما کر خدمت حدیث کے لیے چن لیا۔اور ابتدائی کتب حدیث اور اصول حدیث کا استفادہ مقامی علماء سے حاصل کیا،مطالعہ بخاری کے بعد اپنے زادِراہ پر چند بیرونِ ممالک مثلاً،امریکا،یونان،تھائی لینڈ،یمن شام،سعودی عرب اور دیگر ممالک کا دورہ کیا۔

سفر سے واپسی پر حفظ قرآن چار ماہ اور پندرہ دن میں بخود مکمل کیا۔حفظ قرآن کے بعد چند کتب سے مکتبہ کا آغاز کیا جو آج کل ایک ضخیم لائبریری کی شکل اختیار کر چکا ہے جس میں ہر فن کی کتب بآسانی دستیاب ہیں۔

فراغت:

جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے سند فراغت حاصل کی اور الشہادۃ العالمیہ وفاق المدارس جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے حاصل کی۔ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۲ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ

شیخ الحدیث مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۰۸ھ۔

مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی سندھی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۱۵ھ۔

شیخ العرب والعجم محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۱۷ھ۔

مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ متوفی ۱۴۱۷ھ۔
ابوالرجال مولانا اللہ دتہ سوہدروی رحمہ اللہ متوفی ۱۴۲۲ھ۔
شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ متوفی ۱۴۳۳ھ۔
شیخ الحدیث حافظ عبدالحمید ازہر صاحب حفظہ اللہ
شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب حفظہ اللہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ

شیخ الحدیث مولانا طاہر تنویر صاحب (مدرس صدر العلوم الاسلامی حافظ والہ بہاولنگر)
حافظ شیر محمد صاحب (مدیر جامعہ اہلحدیث حضرو اٹک)
مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب (مدیر ماہنامہ السنۃ جہلم)
حافظ ندیم ظہیر صاحب (نائب مدیر ماہنامہ الحدیث)
شیخ تنویر حسین شاہ صاحب ھزاروی (معاون شعبہ تحقیق وتخریج)
اور باقی شاگردوں کا شمار احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

ملک کے اندر اور باہر علمی مجلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور کبھی مسلک حق اہلحدیث پر آنچ نہیں آنے دی۔

آپ کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا، ہر لمحہ اور ہر لحظہ خدمتِ حدیث کے لیے وقف تھا اور وقت کو انتہائی قیمتی سمجھتے تھے گویا کہ اس جملہ کا مصداق ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ تھے ''زندگی ایک امانت ہے دیانت کے ساتھ استعمال کرو''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تنِ تنہا حضرو میں تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا لیکن اب الحمدللہ آپکا لگایا ہوا پودا ایک پھل دار درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور دور دراز سے تشنگان علم نبوی حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

معمولاتِ زندگی:

شیخ رحمۃ اللہ علیہ اکثر وقت لائبریری میں گزارتے تھے اور عصر سے لے کر مغرب تک باہر سے آئے ہوئے وفود سے ملاقات اور لوگوں کے مسائل سنتے تھے اور قرآن وحدیث کے مطابق انکو جوابات ارشاد فرماتے تھے۔ جب بھی کسی سے گفتگو کرتے تو انتہائی اخلاق اور دیانتداری کے ساتھ اور باحوالہ کرتے۔ ایک عام آدمی بھی یہ سمجھتا ہے کہ اہل حق کا وطیرہ اور طریقہ کار یہی ہوتا ہے۔ بعداز نماز عشاء کسی سے ہم کلام ہونا پسند نہ فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی عشاء کے فوراً بعد سو جانے کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ تہجد کے لیے بیدار ہونا آسان ہو اور یہ بھی حدیث پر عمل کا ایک انداز ہے۔

مشاہدہ حال اس بات پر گواہ ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی تکبیر اولیٰ کے بغیر نماز نہیں پڑھی۔

اخلاقیات:

ہر آنے والے مہمان کو اھلاً وسھلاً مرحباً کہتے تھے مہمان نوازی انکی پہچان تھی اور بچوں پر شفقت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

اجنبی آدمی جب بھی ملتا تو یہ سمجھتا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے بڑا قریبی دوست میں ہی ہوں۔ آپ رحمہ اللہ اہل حق کے لیے گفتار میں نرمی اور اہل باطل کے لیے گرمی رکھتے تھے اور جو بھی صاحب تحقیق آتے تھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان کو وافر وقت دیا کرتے تھے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرو اور مضافات میں کافی مساجد بن چکی ہیں الحمدللہ یہ سلسلہ تاحال جاری ہیں۔ علمی تشخص کے باوجود عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ وسیع وعریض القابات لگانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ کھانا انتہائی کفاف کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

مختلف زبانوں پر عبور

۱۔ عربی زبان میں ۴۰ سے زیادہ تصانیف لکھی ہیں۔

۲۔ اردو زبان میں تصانیف کا انبار لگا دیا اور خصوصاً ماہنامہ الحدیث اس لڑی میں ایک اہم

کردار ادا کر چکا ہے۔
۳۔یونانی زبان بالاستیعاب بولتے تھے۔
۴۔انگلش پر دسترس حاصل تھی۔
۵۔فارسی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔
۶۔پنجابی پر عبور حاصل تھا۔
۷۔پشتو بڑی مہارت سے بولتے تھے۔
۸۔سندھی زبان میں بھی گفتگو کر لیتے تھے۔
۹۔''ہندکو'' زبان مادری تھی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی چند تصانیف

انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة.

تحقیق و تخریج تفسیر ابن کثیر.

تحفة الاقویا فی تحقیق کتاب الضعفاء.

الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین.

الاسانید الصحیحة فی اخبار الامام ابی حنیفة.

نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین۔
توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری۔
تحقیق وتخریج مؤطا امام مالک۔
تحقیق وتخریج علی سنن اربعۃ۔
القول المتین بالجہر بالتأمین۔
اکاذیب آلِ دیوبند۔
تعداد رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ۔

جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا میں تدریس

جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہیں۲۰۰۲ء میں جب جامعہ امام بخاری کا افتتاح ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا سبق پڑھا کر جامعہ کا آغاز کیا۔۲۰۱۱ء میں باقاعدہ جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں تدریس کے لیے تشریف لائے اور تا وفات جامعہ میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اولاً مجھے ذکر کرنے میں اس بات کا حق حاصل ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی شیخ کو مختلف مدارس سے آفریں آتی تھیں لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ معذرت فرمالیتے تھے۔

البتہ جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی محبت کو قائم رکھا اور جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے بے حد محبت کرتے تھے اور اس محبت کا اندازہ آپ شیخ کے اس فرمان سے لگا سکتے ہے کہ میں مناظر اسلام سید محمد سبطین شاہ نقوی کے لیے ہر وقت خصوصاً نماز تہجد میں دعا مانگتا ہوں، اس لئے کہ شاہ صاحب میں مسلکی حمیت اور غیرت کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی ہے اور الحمدللہ جامعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا مظاہرہ کیا ہے۔

علالت:

۱۹ستمبر بروز جمعرات صبح ۷ بجے شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب صحیح بخاری کا سبق پڑھانے کے لیے اٹھے تو اچانک شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو فالج کا حملہ ہوا اور فوراً سرگودھا کے الرشید ہسپتال میں پہنچایا گیا اور ایک دن وہاں رہنے کے بعد الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی میں منتقل کر دیا گیا۔

اس دوران جامعہ کے اساتذہ اور طلباء وفود کی صورت میں گاہے بگاہے ہسپتال میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے جاتے رہے۔

وفات: ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو صبح کے وقت بینظیر ہسپتال میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر صاحب حفظہ اللہ نے پڑھائی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں جیداور ممتاز علماء کرام تشریف لائے جن میں فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب ،الشیخ ابومحمد امین اللہ پشاوری صاحب ، فضیلۃ الشیخ غلام اللہ رحمتی صاحب،حافظ مسعود عالم صاحب،حافظ محمد شریف صاحب،شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی صاحب،مولانا محمد یونس بٹ صاحب،سید عتیق الرحمان شاہ کاشمیری صاحب،مناظرِ اسلام حافظ عمر صدیق صاحب،سید محمد سبطین شاہ نقوی صاحب،مولانا عبدالعزیز حنیف صاحب،مناظرِ اسلام عبدالرحمان شاہین صاحب،میاں محمد جمیل صاحب،مناظرِ اسلام مبشر احمد ربانی صاحب،رانا شمشاد سلفی صاحب اور انکے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں شیوخ الحدیث،علماء اور طلباء کرام نے شرکت کی۔

اسکے علاوہ جامعہ امام بخاری اہلحدیث مقام حیات سرگودھا سے بھی دو بسوں پر مشتمل ایک قافلہ شریک ہوا جو اساتذہ وطلباء اور احباب جماعت پر مشتمل تھا۔اس قافلے کے علاوہ کئی علماء اور جماعتی ذمہ داران نے سرگودھا سے اپنی اپنی گاڑیوں پر سفر کر کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں شرکت کی۔اتنی طویل علالت کے باوجود بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دیدار کر کے یوں لگ رہا تھا کہ بیماری شیخ محترم کو چھو کر بھی نہیں گذری۔آپ اس دنیا سے جاتے ہوئے بھی اس حدیث کا مصداق معلوم ہوتے تھے کہ ((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ)) اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَاتَهُ فِيْ عِلِّيِّيْنَ آمین

وصیت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی اگر میں سرگودھا میں فوت ہوجاؤں تو مجھے سرگودھا میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کیساتھ یا ابوالسلام مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دفن کر دینا۔اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب سے رمضان کے بعد جامعہ میں آئے تو اپنی بیماری سے قبل موت کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی (کراچی)

میرے شیخ، میرے محسن، میرے مربّی

فضیلۃ الشیخ محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

بروز اتوار بتاریخ ۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء تقریباً ساڑھے ۹ بجے میرے بیٹے جابر نے مجھے دامان (ضلع اٹک) سے فون کیا کہ محترم الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اَللّٰھُمَّ أَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَأَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا (ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اے اللہ تو اس مصیبت میں مجھے اجر عطاء فرما اور اس کا نعم البدل عطاء فرما) یہ خبر مجھے ریل گاڑی میں اس وقت ملی جب میں شیخ صاحب کی عیادت کر کے کراچی واپس آ رہا تھا۔ اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ والدین کی وفات پر بھی غم والم ایک فطری بات ہے لیکن محترم شیخ کے بچھڑنے کا جو غم تھا وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، موصوف کے دنیا سے رحلت کے بعد ایسا لگا جیسے ہم یتیم ہو گئے۔ علم وعرفان وعمل کا یہ آفتاب بہت جلد غروب ہو گیا تھا حالانکہ ابھی ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کرنا تھا۔ شیخ صاحب ہمارا بہت بڑا سرمایہ تھا اور ہم گھر بیٹھے ہی ان سے علم کے موتی وجواہرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ افسوس اب ہمارا وہ سہارا ختم ہو گیا۔ اور معلومات حاصل کرنے کا وہ عظیم الشان دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔

علماء کرام کا اس طرح دنیا سے اٹھ جانا ہمارا بہت بڑا نقصان ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ قیامت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ علم اور علماء کرام دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سُنا ہے:((اِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًايَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰى اِذَالَمْ يُبْقِ عَالِمًااتَّخَذَالنَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًافَسُئِلُوْافَاَفْتَوْابِغَيْرِعِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا))

اللہ تعالیٰ علم کواس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ (حق پرست) علماء کواٹھالے گاحتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں (جاہل مولویوں) کواپنا بڑا (رہبر وراہنما) بنالیں گے۔تو لوگ ان سے (دینی معاملات میں) سوالات کریں گےاور وہ بغیر علم کے (اپنی رائے سے) جواب دیں گے۔اس طرح وہ خودبھی گمراہ ہونگے اورلوگوں کوبھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم،باب کیف یقبض العلم:۱۰۰،۳۰،صحیح مسلم:۶۷۹۶ مسند احمد:۶۵۱۱)

اب ڈھونڈا سے چراغ رخ زیبالے کر
بچھڑااس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص پورے ملک کوویران کرگیا

محترم شیخ صاحب کی عادت تھی کہ وہ رمضان المبارک کےروزے گزارنے کے لیے اپنے دستِ راست حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کےعلاقہ دیرمیں جایا کرتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈاعلاقہ تھا۔لیکن گزشتہ رمضان میں شیخ صاحب وہاں بیمار ہوگئے تو انہیں اپنے علاقہ پیرداد حضرو واپس آنا پڑااوراس دوران علاج معالجہ سے شیخ صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی،میں ۱۵ روزہ تبلیغی دورہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیصل آباد،مرکز تبلیغ ادارۃ الاصلاح بھائی پھیرو پھول نگر بونگا بلوچاں،حافظ آباد، لاہور وغیرھم کا دورہ کرکےاپنے آبائی گاؤں دامان بتاریخ ۱۰ستمبر۲۰۱۳ءکو پہنچا تھا،دوسرے دن میں نے موبائل پرشیخ صاحب سے گفتگوکی اوران کو بتایا کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضرہونا چاہتاہوں،شیخ محترم نے مجھے بتایا کہ میں اس وقت سرگودھا میں ہوں اورمیرا قیام وہاں۲۰ دن تک رہے گا،میرا قیام چونکہ ایک ہفتہ تک کا تھا،پھر مجھے کراچی واپس آنا تھالہذا شیخ صاحب سے ملاقات کی آرزو لئے کراچی روانہ ہو

گیا۔ دوسرے دن جب ہم کراچی سے تھوڑے فاصلہ پر تھے تو مجھے ایک میسج آیا جس نے مجھے سخت حیران و پریشان کر دیا۔ اس میسج میں تھا کہ شیخ صاحب پر فالج کا اٹیک ہو گیا ہے اور انہیں سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے مجھے سخت دھچکا لگا اور ہم نے شیخ صاحب کے لیے دعائیں مانگنا شروع کر دیں بعد میں معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کو اسلام آباد کی الشفاء انٹرنیشنل میں منتقل کر دیا گیا ہے اور وہاں ان کے دو آپریشن بھی ہوئے۔ اس دوران ملک کے طول وعرض میں دعاؤں کا سلسلہ جاری وساری ہو گیا، خطبات جمعہ میں، نمازوں میں بھی دعائیں ہوتی رہیں۔ میرا دل بے تاب تھا کہ کب شیخ صاحب سے ملاقات ہو گی؟ چنانچہ میں ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو خیبر میل کے ذریعے راولپنڈی پہنچ گیا اور وہاں سے اسلامک ریسرچ سینٹر میں کچھ دیر قیام کیا۔ پھر حافظ شیر محمد صاحب کے ذریعے جنرل ہسپتال راولپنڈی پہنچا اور اس وقت شیخ صاحب آئی سی یو میں داخل تھے اور انہیں نالیاں لگی ہوئی تھی، اور وہ بے ہوش تھے، اگرچہ شیخ صاحب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ ہوش وحواس میں نہ تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے بات کرنے کی کوشش کی اور انہیں چھوا آواز دی لیکن بے سود پھر انہیں دم کرنے لگا اس سلسلہ میں سنن ابی داؤد کی ایک روایت بھی میرے پیش نظر تھی، جس میں آتا ہے کہ اگر ان کلمات کو مریض کے سرہانے ۷ بار پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو ضرور شفا دیتا ہے، سوائے موت کے (کہ موت کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ کلمات یہ ہیں: **أَسْأَ لُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ ،رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ،أَنْ يَّشْفِيَکَ**

''میں اللہ العظیم سے سوال کرتا ہوں جو عرشِ عظیم کا رب ہے کہ وہ آپ کو شفاء عطاء فرمائے'' رات کو میں دوبارہ شیخ صاحب کے پاس آیا اور ان کا دیدار کرتا رہا اور اس امید پر انہیں دوبارہ دم کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمادے۔

اے اللہ! شیخ ہمارے لیے بہت بڑا سہارا ہیں۔ ان کے بغیر ہم بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔ اے اللہ! ان کو جلد صحت وعافیت عطا فرما۔

شیخ صاحب کے استاد، استاد العلماء الشیخ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ پر

بھی اسی طرح فالج کا اٹیک ہوا تھا۔اور وہ بھی کئی دنوں تک ہسپتال کے آئی سی یو میں داخل تھے۔اور بے ہوش تھے اور اِن کو بھی اسی طرح نالیاں لگی ہوئی تھیں، یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ دونوں علماء جو آپس میں استاد وشاگرد کے رشتہ میں منسلک تھے ایک ہی طرح کی بیماری میں مبتلا ہوکر خالق حقیقی سے جا ملے۔دوسرے دن میں حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ پیر داد حضرو پہنچا، جو شیخ صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔وہاں شیخ صاحب کے والد محترم مجدّ دخان صاحب سے ملاقات ہوئی ان کی عمر اس وقت ۱۰۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔

حافظ شیر محمد صاحب نے مجھے خطبہ کے لیے کہا چنانچہ میں نے وہاں خطبہ جمعہ دیا،اور وہاں آئے ہوئے دوستوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔شیخ صاحب کے لیے خطبہ جمعہ اور جمعہ میں قنوت نازلہ میں بھی دعائیں کی گئیں۔اس کے بعد میں اپنے گاؤں چلا گیا اور بدھ کے دن دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا،محترم شیخ صاحب بدستور بے ہوش تھے،لگتا تھا کہ وادی چھچھ کا یہ شیر گہری نیند سو چکا ہے۔میں نے پہلے کی طرح دم ودعا کا سلسلہ جاری رکھا،کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ سرگودھا سے فضیلۃ الشیخ سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں۔چنانچہ ان علماء کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں دوسرے دن بروز جمعرات کو میں گوجرانوالہ روانہ ہو گیا جہاں مجھے فضیلۃ الشیخ صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔جمعہ کی رات کو بعد نماز عشاء فضیلۃ الشیخ محترم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا خطاب تھا۔شیخ صاحب کے خطاب سے پہلے میں نے عذاب قبر کے موضوع پر مختصر بیان کیا۔شیخ موصوف نے رافضیت پر ایک علمی مقالہ پیش کیا۔نماز جمعہ کے بعد میں لاہور روانہ ہو گیا اور رات کو فضیلۃ الشیخ ارشد کمال حفظہ اللہ کے ہاں قیام کیا۔انہوں نے بروز ہفتہ ۹ نومبر کا ٹکٹ لے رکھا تھا چنانچہ بروز ہفتہ میں کراچی روانہ ہو گیا۔دوسرے دن مجھے تقریباً ساڑھے ۹ بجے یہ خبر ملی کہ محترم شیخ وفات پا گئے ہیں۔میں ۱۱ بجے گھر پہنچا اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے معلومات کیں لیکن اتوار کی وجہ سے تمام ٹکٹ بک چکے تھے۔میں افسوس ہی کرتا رہ گیا کہ کاش میں وہیں ہوتا اور شیخ صاحب کو اپنے ہاتھوں سے

غسل دیتا، ان کو کفن پہناتا لیکن یہ سعادت تو اوروں کے لیے لکھ دی گئی تھیں۔ بہر حال مسجد سعد بن معاذ رضی اللہ عنھما عمر خان روڈ بھٹہ ویلیج کیماڑی میں ہم نے محترم شیخ صاحب کا غائبانہ نماز جنازہ ادا کیا اور اس سے قبل مسجد ابراھیم کیماڑی میں نماز ظہر کے بعد نماز جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ محترم شیخ سے محبت رکھنے والوں نے کہاں کہاں ان کے لیے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا ہوگا؟

احادیث رسول ﷺ سے شیخ کی والہانہ محبت والفت

ہمارے شیخ حق وصداقت کی علامت تھے۔ جس مسئلہ کا حق ہونا ان پر واضح ہو جاتا اس پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی اور وہ اس معاملہ میں کسی بھی لومۃ لائم کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے۔

اپنے بھی خفا ہیں مجھ سے اور بےگانے بھی ناخوش
میں زھر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا کند

احادیث کی صحت وسقم کے بارے میں شیخ صاحب کی تحقیقات، بہت ہی وسیع تھیں اور ان کی عادت تھی کہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے اس حدیث کی پوری تحقیق فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی اور انہیں جب اس کا احساس ہو جاتا تو وہ علانیہ اپنی غلطی سے رجوع فرماتے تھے اور یہ انکی بہت بڑی خوبی تھی جو خال خال لوگوں ہی میں نظر آتی ہے۔ موصوف کا صحیحین (بخاری ومسلم) کے بارے میں یہ مؤقف تھا کہ ان کی تمام مرفوع روایات بالکل صحیح ہیں۔ اگر کسی نے بخاری یا مسلم کی روایت پر اعتراض کیا تو شیخ صاحب اس کا جواب لکھ دیا کرتے تھے۔ اور سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث میں صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں موصوف نے سنن اربعہ پر تحقیق وتخریج کا کام بھی کیا ہے جن میں سے ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کو دارالسلام نے شائع کر دیا ہے لیکن سنن ترمذی ابھی تک شائع نہیں ہوئی علاوہ ازیں: مشکوۃ المصابیح،

تفسیر ابن کثیر، کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ نیز شمائل ترمذی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ شائع ہوگئی ہے۔ اور اس سلسلہ میں موصوف نے ایک الگ جزء ''نبی کریم کے لیل ونہار'' بھی تحقیق وتخریج کے ساتھ لکھا: جو شائع ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں، مسند حمیدی بھی (تالیف امام حسین بن مسعود البغوی) شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

شیخ موصوف نے سنن اربعہ کی ضعیف وموضوع روایات کو بھی ایک جزء میں اکٹھا کر دیا ہے جس کا نام ''انوار الصحیحۃفی الا حادیث الضعیفۃمن السنن الاربعۃ'' جو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ضعیف روایات کا مجموعہ ہے۔ جس میں روایات کے اطراف، روایان حدیث وجہ ضعف اور مختصر تخریج درج کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ شیخ موصوف کی درج ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں

۱. نصر الباری فی تحقیق جزء القراء ۃ للبخاری

۲. جزء رفع الیدین للبخاری

۳. تحفۃ الاقویا ء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (عربی)

۴. الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لابن حجر العسقلانی (عربی)

۵. جزء علی بن محمدالحمیری (عربی)

۶. مسائل محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ (عربی)

شیخ موصوف جب کسی روایت پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں تو اسکی وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث کس وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ بعض لوگ کسی روایت پر حکم لگاتے ہیں، لیکن اس حدیث کی وجہ ضعف بیان نہیں کرتے، نیز شیخ موصوف جب کسی ایسے راوی پر تحقیق کرتے ہیں اور کچھ محدثین نے ان پر جرح بھی کر رکھی ہوتی ہے تو موصوف جمہور محدثین کے توثیق کی وجہ سے اسے ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک مقالہ میں انہوں نے اس کے

دلائل بھی ذکر فرمادیئے ہیں ۔موجودہ دور میں باطل فرقے ثقہ وثبت محدثین کرام کو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ضعیف باور کروانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں ایسے باطل فرقوں کے خلاف موصوف کا قلم فوراً حرکت میں آجایا کرتا تھا ۔بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنہیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے لیکن جب شیخ موصوف نے ان پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں جیسے: **مؤمل بن اسماعیل ،نعیم بن حماد الخزاعی المروزی ،محمد بن عثمان بن ابی شیبه ،شهر بن حوشب وغیرهم**

اور بعض محدثین پر بلاوجہ بھی کلام کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں ان کا ضعیف ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کے مقالات کی طرف رجوع ضروری ہے۔احادیث کی تصحیح وتضعیف میں فن تدلیس کا بھی بہت اہم کردار ہے۔

محترم شیخ نے اس سلسلہ میں بہت سے مقالات تحریر فرمائے کہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی راوی اگر مدلس ہے اور وہ کسی روایت کوعن سے بیان کر رہا ہے تو جب تک کسی دوسری روایت میں اس راوی کے سماع کی تصریح نہیں مل جاتی تو صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کردہ ایسی روایات ضعیف مانی جائے گی ۔اور اس بات کی وضاحت اصول حدیث کی کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے ۔بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک ہی مرتبہ تدلیس کی ہوگی تو اس راوی کی روایت بھی سماع کی تصریح کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی اور اس روایت کو ضعیف ہی مانا جائے گا۔

اور صحیحین کی روایات میں مدلسین کا عنعنہ قابل قبول ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے وہ معنعن روایات ذکر کی ہیں کہ جن کے سماع کی تصریح دوسرے مقام پر موجود ہوتی ہے ۔اور اس فن پر جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں انہوں نے وہاں پر اس کے ثبوت پیش کر دیئے ہیں ۔اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے بڑی فحش غلطیاں بھی کی ہیں اور کسی جگہ بعض رواۃ کی روایات کو تو ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض راویوں کی روایات کو صحیح قرار دے

ڈالا ہے حالانکہ وہ رواۃ بھی مدلسین میں شامل ہیں۔

محترم شیخ نے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اصولوں کی زبردست پابندی کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے خوب مطالعہ کرنے کے بعد ہی احادیث کی تصحیح وتضعیف کا کام کیا ہے، بعض لوگوں نے دوچار ضعیف احادیث کو ذکر کرکے اور ضعیف □ ضعیف □ ضعیف □ ضعیف ذکر کرکے اس حدیث کو صحیح قرار دے ڈالا ہے۔ شیخ موصوف کا اصول یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت کے چاہے کتنے ہی ضعیف شواہد کیوں نہ ہوں وہ حدیث اصلاً ضعیف ہی مانی جائے گی اور وہ اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کا کوئی صحیح شاھد نہ مل جائے اور اس بحث کو مقالات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

موصوف کے مقالات ۵ جلدوں میں اور فتاوی علمیہ ۲ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر موصوف کی کتب موجود ہیں، جن میں موصوف نے دلائل کے ساتھ صحیح موقف واضح کیا ہے اور لوگوں کی قرآن وحدیث کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ موصوف نے منکرین حدیث کے رد میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مقلدین میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے رد میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ان کے عقائد ونظریات پر کھل کر لکھا ہے اور قرآن وحدیث کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی ہے تاکہ وہ غلط عقائد ونظریات کو ترک کرکے قرآن وحدیث کی شاہراہ پر آجائیں۔

شیخ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص بھرا دل عطاء فرمایا تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ جس طرح موصوف نے خود حق وصداقت کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے دوسرے لوگ بھی اس سچائی کی پیروی کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطاء فرماتا ہے۔

شیخ صاحب کو قرآن کریم سے بھی والہانہ محبت تھی یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اس دوران قرآن مجید کو صرف ساڑھے ۴ ماہ میں حفظ کرلیا تھا اور پھر آپ اپنے نام کے ساتھ حافظ لکھا کرتے تھے۔

محترم شیخ صاحب شروع میں اپنے والدمحترم کی وجہ سے حنفیوں سے متاثر تھے کیونکہ ان کے والد جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ شیخ محترم صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے چچا صاحب نے انہیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا کہ بیٹا حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے آپ اس کا مطالعہ کریں لیکن اس پرعمل نہ کرنا۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہےتو پھراس پرعمل سے کیوں روکا جارہا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیااوراس پرعمل کرنا بھی شروع کردیا اور جہاں رفع الیدین کا ذکرآیا میں نے اپنے طور پر رفع الیدین بھی کرنا شروع کردیا۔ شیخ موصوف پڑھے لکھے انسان تھے انہوں نے ایم اے ،انگلش میں کیا تھا اور فرماتے ہیں کہ میں نے پشتو زبان بھی پڑھی اوراس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے پشتو کی گرائمر بھی پڑھی۔ اگر میں اتنی محنت عربی زبان پرکرتا تو عربی میں میں مزید ماہر ہوجاتا۔ موصوف تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔شروع میں انہوں نے اپنے استاد شیخ اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم سیکھا اور گجرانوالہ جامعہ محمدیہ میں باقاعدہ پڑھ کر وہاں سے سندفراغت حاصل کی۔

موصوف انتہائی ذہین انسان تھے اسی لیے انہوں نے چند سالوں ہی میں دینی علوم میں دسترس حاصل کرلی تھی اور پھرانہوں نے دینی کتب کا مطالعہ شروع کردیا جس سے ان کے علم میں نکھار پیدا ہوگیا۔ میں نے ۱۹۸۴ء میں عذاب قبر کے منکر ڈاکٹر عثمانی کے رد میں ایک کتاب الدین الخالص لکھی تھی۔ جس کا مطالعہ موصوف نے بھی کیا اوراس وقت تک شیخ صاحب سے میری کوئی واقفیت نہیں تھی۔ شیخ نے مجھے خط لکھا اوراس میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کی میں نے ایک محدث شیخ ابواحمد الحاکم کے متعلق لکھا کہ وہ متساہل ہیں۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ ابواحمد الحاکم متساہل نہیں ہیں بلکہ وہ ابوعبداللہ الحاکم صاحب مستدرک ہیں کہ جو متساہل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شیخ صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص میری اس غلطی کی نشاندہی نہیں کرسکتا تھا۔ پھر شیخ صاحب نے مجھے یہ بھی بتایا کہ شروع میں میں قبر میں

سوال وجواب کے وقت اعادہ روح کا قائل نہ تھا لیکن آپ کی کتاب کے مطالعہ کے بعد میں اعادہ روح کا قائل ہو گیا۔

شیخ صاحب ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے۔کمال عثمانی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی سے بات کرنے کے لیے تشریف لے جائیں اور ان سے سوال کریں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کس دلیل کی بنیاد پر کافر قرار دیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذالک) ڈاکٹر عثمانی کا دعویٰ تھا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ عقیدہ تھا کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے اور دلیل کے طور پر ڈاکٹر موصوف نے امام احمد رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب الصلوۃ کا حوالہ دیا تھا۔اور حوالہ کے طور پر اس نے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب تسکین الصدور کا عکس پیش کیا تھا۔جبکہ کتاب الصلاۃ میں یہ مسئلہ موجود ہی نہیں ہے اور پھر کتاب الصلوۃ کا انتساب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف بھی درست نہیں ہے، یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے لیکن ان سے یہ کتاب ثابت نہیں ہے۔البتہ طبقات حنابلہ جس میں اعادہ روح کی بات موجود ہے لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجہول ہیں۔دیکھئے میری کتاب الدین الخالص دوسری قسط ص ۲۲،۲۳، جب موصوف وہاں تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عثمانی سے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہا ہے؟اس کا ثبوت پیش کریں۔

ڈاکٹر عثمانی نے شیخ صاحب کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن شیخ صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ طبقات حنابلہ لائیں تا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس سند میں کیا خامی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کہنے لگا تم الف ،ب ،تو جانتے نہیں کل کے بچے ہو (اس کا خیال تھا کہ شیخ صاحب کو عربی نہیں آتی ہو گی) شیخ صاحب نے ڈاکٹر عثمانی سے عربی میں گفتگو شروع کر دی۔

شیخ صاحب عربی روانی سے بول رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عثمانی اٹک اٹک کر گفتگو کر رہا تھا۔ڈاکٹر عثمانی زچ ہو گیا،تو کہنے لگا کہ اردو میں بولو ورنہ میں بات چیت ختم کر دوں

گا۔شیخ کا وہی مطالبہ تھا کہ کتاب پیش کرو کیونکہ آپ نے اتنا بڑا فتویٰ لگایا ہے، ڈاکٹر عثمانی نے پینترا بدل کر کہا کہ میاں تم کتاب کیوں نہیں لائے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ دعویٰ آپ کا ہے، کتاب میں لے کر آؤں؟ اور آخر میں ڈاکٹر عثمانی نے جان چھڑائی کہ جب تم کتاب لاؤ گے تو پھر گفتگو ہوگی، اس گفتگو میں ڈاکٹر عثمانی نے عیاری و مکاری کی حد کر دی لیکن اپنا دعویٰ وہ ایک عالم دین کے سامنے ثابت نہ کر سکے۔شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹائپ ریکارڈر بھی لے گئے تھے لیکن اس میں صحیح ریکارڈنگ نہ ہو سکی تھی۔اللہ کی قدرت دیکھئے کہ انہی کے ایک آدمی سے صاف کیسٹ مل گئی اور یہ کیسٹ کئی لوگوں نے سُنی یہ واقعہ غالباً ۱۹۸۵ء کا ہے۔اس وقت شیخ صاحب کی عمر ۲۷ سال کے لگ بھگ تھی۔

(واضح رہے کہ قبر میں سوال وجواب کے وقت اعادہ روح الی القبر کا عقیدہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے لیکن ڈاکٹر عثمانی نے اس پر خواہ مخواہ اعتراض کیا تھا اور اس کے باوجود بھی وہ اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکا تھا اور **فبھت الذی کفر** کا مصداق بن گیا) شیخ صاحب کو سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اور ان کے بڑے بھائی سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی سے بھی بہت محبت تھی اور ان دونوں شیخین سے انہوں نے اجازت حدیث کی سند بھی حاصل کی تھی اور پھر مجھے بھی کہا کہ آپ بھی اجازت حدیث کی سند حاصل کر لیں، چنانچہ میں نے بھی ان دونوں بزرگوں سے اجازت حدیث کی سند حاصل کر لی، شیخ موصوف نے اپنے رسالہ الحدیث میں ان دونوں بزرگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور پھر اپنے مقالات میں بھی ان کے تذکروں کو نقل کیا ہے دیکھئے: مقالات حصہ اول ص۴۸۴ تا ۴۹۳ اور ص۴۹۴ تا ۵۰۶۔

میں نے ۱۹۸۹ء میں کتاب الفرقۃ الجدیدۃ لکھی جو فرقہ مسعودیہ کے رد میں تھی اور اس کتاب میں شیخ صاحب کے ایک مضمون کو میں نے بطور مقدمہ کے شامل کتاب کر لیا تھا۔

شیخ صاحب نے میری اس کتاب کو بے حد پسند کیا تھا اور شیخ صاحب جو مضمون فرقہ مسعودیہ کے رد میں لکھتے اس میں میری کتاب الفرقۃ الجدیدۃ کو پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے

تھے،اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تحقیق وتخریج کا کام بھی شیخ صاحب نے فرمایا تھا۔ شیخ صاحب نے میرا ایک مضمون ''بے اختیار خلیفہ کی حقیقت'' بھی الحدیث کے شمارہ نمبر۲۲ میں شائع فرمایا تھا اور اس مضمون کو انہوں نے بے انتہا پسند فرمایا تھا اور اس کا پروف بھی مجھے تصحیح کے لیے بھیجا تھا۔

موصوف نے ماہنامہ الحدیث کا آغاز جون ۲۰۰۴ء سے فرمایا تھا اور اب نومبر ۲۰۱۳ء میں شمارہ نمبر ۱۱۱ آچکا ہے۔اس رسالہ کو بعد میں ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا نام دے دیا تھا، ۹ سال کے اس عرصہ میں موصوف کے قلم سے ایسے علمی وتحقیقی مضامین منظر عام پر آئے کہ جس نے علمی دنیا کو حیران وششدر کر کے رکھ دیا۔حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے آپ کو دین کے اس کام کے لیے وقف کر دیا تھا، موصوف نے یہ علمی وتحقیقی کام قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ کے اس فرمان کے مطابق شروع کیا تھا: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟﴾

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو' (اور تحقیق کے بعد ہی اسے لوگو کے سامنے پیش کرو) (الحجرات:۶)

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: **كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع**) کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے (اور اس کی تحقیق نہ کرے) (صحیح مسلم:۵)

شیخ صاحب نے اس عرصہ میں بے شمار علمی وتحقیقی مضامین لکھے جن میں سے بہت سے مضامین انہوں نے ماہنامہ الحدیث میں شائع کر دیئے اور اب یہ تمام مضامین کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔اور دین حق کے پروانے ان مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ان کتابوں سے شرک وکفر وبدعات وتقلید جامد کے اندھیرے اب چھٹنے لگے ہیں اور لوگوں کے قافلے اب قرآن وحدیث اور توحید وسنت کی طرف رواں دواں ہو چکے ہیں، اور اللہ

تعالیٰ نے نورِ ایمان اور نورِ قرآن وحدیث سے ان لوگوں کے سینوں کو منور کرنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں نے تقلید جامد اور جہالت کی اتاہ گہرایوں سے نکل کر نورِ ایمان کی طرف دوڑ نا شروع کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید واثق ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تمام تگ ودو اسلام کی نشأت ثانیہ کے لیے بنیاد کا کام کرے گی اور شیخ صاحب تو دنیا سے روانہ ہو چکے لیکن اب ان کا مشن سنبھالنے کے لیے ان کے شاگرد میدانِ عمل میں مصروف کار ہیں، شیخ صاحب کی جدائی کا صدمہ یقیناً ہمارے لیے نا قابل برداشت ہے اور اس نے ہمارے دلوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے۔

لیکن شیخ صاحب جو دینی اثاثہ چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے دلوں کی تقویت کا زبردست سہارا ہے، گویا شیخ محترم ہم سے جدا ہونے کے بعد بھی علمی لحاظ سے ہمارے درمیان زندہ ہیں ان کے ورثہ کی حفاظت اللہ کی مدد سے ان کے شاگرد اور ساتھی کریں گے، اور کتاب وسنت کی جس راہ پر موصوف گامزن رہے ہیں اللہ کی توفیق سے ہم اس راہ کو کھوٹا نہ کریں گے بلکہ یقین محکم کے ساتھ قرآن وحدیث کی راہ پر رواں دواں رہیں گے۔ شیخ محترم نے جو کچھ محنت فرمائی ہے اسے وہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

محترم شیخ نے طلباء وطلبات کے لیے اپنے ہاں مدارس کی بنیاد بھی رکھ دی تھی، اور یہ قافلہ بھی اب اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور یہ ننھے ننھے پودے بھی ان شاءاللہ بارآور درخت بن جائیں گے، اور محترم شیخ صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کا کام کرتے رہیں گے۔

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محترم شیخ ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے، ان کی رفاقت کے لمحات یقینی طور پر یاد آتے رہیں گے۔ ان کا حسین چہرہ نظروں کے سامنے جب آتا ہے تو دل کو طمانیت حاصل ہوتی ہے ان کی گفتار ورفتار اور نشت وبرخاست ہر لمحہ یاد آتی رہے گی۔ ؎ جانے والے تم ہمیں بہت یاد آؤ گے!

شیخ محترم کو جو مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا اسے کسی شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

این سعادت، بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

''ایسے مراتب: بزور بازو حاصل نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے''

شیخ صاحب کے استاد حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی وفات پر شیخ محمد رفیق طاہر صاحب نے ان اشعار کے ذریعے ان کو خراج تحسین پیش کیا تھا۔

نورپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے بعد محمد رفیق صاحب کی ملاقات جب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ہوئی تو شیخ صاحب نے ان سے فرمایا تھا ''رفیق بھائی آج آپ یتیم ہو گئے ہیں؟ محترم رفیق صاحب کے ان اشعار کے ذریعے ہم شیخ صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

ہمیں چھوڑ کر وہ کہاں چل دیا انہیں ڈھونڈتا ہے دل داغدار
ادھر سرنگوں گردش آسمان اُدھر مضمحل روح لیل ونہار
قیامت کی ساعت قریب آ گئی زمین دل گرفتہ فلک اشکبار
یکا یک افق سے غروب ہوگیا وہ مہر منیر شہ روزگار
رسالت کے عہد مقدس کا چاند صحابہ کی اس دور میں یادگار
خلا سا محسوس ہو رہا ہے وہی فلک ہے وہی زمین ہے
وہ بالیقین اٹھ گیا ہے لیکن مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

(سہ ماہی مجلّہ المکرّم گوجرانوالہ نمبر۱۳ص۳۲،۳۳)

ایسے علماء کرام کے جو راسخون فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں دنیا ان کے وجود سے خالی ہوتی جارہی ہے، شیخ صاحب کا شمار ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہے کہ ایسے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے شاگردانِ باوفا آپ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے

نبی ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت پر جو دعا مانگی تھی ہم بھی محترم شیخ صاحب کے لیے وہی دعا مانگتے ہیں۔

اللهم اغفر لحافظ زبير علي زئي وارفع درجته في المهد يين واخلفه في عقبه في الغابرين واغفر لنا وله يارب العالمين وافسح له في قبره ونوّر له فيه

اے اللہ! حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، اس کے پیچھے باقی رہ جانے والوں میں تو اس کو خلیفہ بن جا، تمام جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے، اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے (نور سے) منور فرما۔

نبی ﷺ نے اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا تھا: **اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزُنُ وَلاَنَقُوْلُ اِلاَّ مَايَرْضٰى رَبُّنَاوَاِنَّابِفِرَاقِكَ يَااِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ،**

بے شک آنکھیں اشک بار ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن ہم صرف وہی بات کہیں گے کہ جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو، اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمگین ہیں''

(بخاری:۱۳۰۳ مسلم: ۶۰۲۵، مسند احمد: ۱۳۰۱۴)

محترم شیخ صاحب کے لیے بھی ہمارے یہی جذبات ہیں: نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کے بیٹے کے سانحہ ارتحال پر اپنی بیٹی سے ان الفاظ میں تعزیت فرمائی: **((اِنَّ لِلّٰهِ مَاأَخَذَ وَلَهُ مَاأَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى وَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ))**

''یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطاء کیا اور ہر چیز کا اسکے ہاں وقت مقرر ہے پس (میری بیٹی) آپ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں'' (صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ باب۳۲/۱۲۸۴، مسلم: ۲۱۳۵، مسند احمد: ۲۱۷۷۶)

شیخ صاحب کے اهل وعیال اور عزیز و اقارب سے ہم انہیں الفاظ سے تعزیت کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما، ان کی لغزشوں کو معاف فرما اور جنت الفردوس میں ان کو اعلی مقام نصیب فرما۔ (آمین)

مظہر السّلفی الجوہری جھنگڑوی
(جامعہ امام بخاریؒ ملتان خورد)

حضرت الشیخ زبیر علی زئیؒ اور انکی فکر......ایک تبصرہ

روپوش حقیقت

وہ......کہ جو عرب وعجم کے طبقہ خواص: علماء، دانشوروں اور محققین کی نگاہوں میں بلند تر تھے، حدیث رسول ﷺ کی چھان بین اور تحقیق وریسرچ کے ہمہ تر علمی ذرائع وسائل اور لوازمات ومتعلقات سے انتہا درجے کی واقفیت رکھتے تھے۔ حدیث کی صحت وسقم کی پرکھ کے فن ''اسماء الرجال'' کی باریک بینیوں سے از حد شناسا تھے، بلکہ اس میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ایسے کہ فی زمانہ کوئی ثانی نہیں ملتا، اسانید ومتون کے حقائق ودقائق اور لطائف علمیہ کا گہرائی سے ادراک رکھتے تھے۔

تھوڑے عرصے میں اپنی تحقیق اور تحقیقی مقام ومنزلت جہان علم وفن میں منوائی اتنی سرعت سے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک محولہ شخصیت بن گئے، مرجع عام وخاص سمجھے جانے لگے، آپکا کوئی بھی کام مستند ومعتبر ہونے لگا۔ حدیث رسول ﷺ کے اس عظیم اور خادم علم میں اس قدر دسترس ومہارت اور تخصص واختصاص کی نسبت آپ بے شک نشان اسلاف تھے، پہچان اسلاف تھے، تعارف اسلاف تھے، یادگار اسلاف تھے اور افتخار اسلاف تھے۔ حدیث کی تحقیقی وتخریجی شغف وشغل میں فی عصرہ عدیم المثل تھے اور اتنے ذوق وشوق، توجہ والتفات، ہمہ تن گوشی ویکسوئی اور انہماک واستغراق میں بے نظیر وعدیل تھے۔

امام اسماء والرجال، مجدد فکر اسلاف اور رأس المحققین علامہ محدث البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقی تحریک کے بعد بلاشبہ آپؒ ان محققین کے طائفہ علمیہ میں شمار ہوتے ہیں جو اس کے صحیح علمبردار ٹھہرے، نہ صرف یہ بلکہ حضرت البانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تحقیقی اور انقلابی سلسلہ اُس سے بڑھ

کرآگے بڑھایا۔محدث البانیؒ نے یہ مفقود فن بہت اجاگر کیا، بڑے بڑے اصحاب علم وفضل سہم سہم کے رہ گئے ،اس دور کے بعد عرض پاک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ ایسا ہی تحقیق میں تحریکی کردار سرانجام دیا۔آپ کی یہ تحقیقی تحریک بڑی بڑی بحرالعلوم شخصیات کے مرعوباً یا مجبوراً اس جانب مرغوب ہو جانے سے منتج ہوئی ،تگڑے تگڑے فنی علماء کرام ٹھیک ٹھاک متاثر ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مشینی مزاج سی شخصیت تھے، ڈھیروں کتب کی ورق گردانی آپکا شبانہ روز مشغلہ تھا،اسماءالرجال کا فن زریں تو آپکے گھر ،دراور دہلیز کا غلام تھا،احادیث،تواریخ، سیر،فرق باطلہ کی امہات الکتب اور مستند مصادر کھنگال رکھے تھے۔ایک ہی وقت میں موضوعات متنوعہ اورعناوین شتیٰ پر تقریرات وتحریرات فرماتے تو مستند کتب سے باسند صحیح ، حوالہ جات کے انبار لگادیتے ۔مزید برآں جب مخطوطات ومطبوعات سے نوادر معلومات فراہم کرنے لگتے تو شوادرات بھی قرعہ اندازی کیلئے مستہم ہو جاتیں۔

اسماءالرجال آپؒ کا نہایت پسندیدہ فن تھا،آپؒ کو اس میں بہت زیادہ دلچسپی تھی اسی لیے تاحیات اسی میں یک سو ہو کر رہے، کئی ایک اَسناد کے حافظ تھے اور کافی رواۃ پر جروح وتعدیل ہمہ وقت آپؒ کو مستحضر ہوتیں ،ایک ایک راوی کے لقب وکنیت پر زبانی حوالہ جات کی لائنیں لگادیتے ۔عربی کی جدید وقدیم کتب پر ہونے والے کام ،شروحات، تعلیمات وحواشی ، زوائد وفوائد اور تقابل وتفاضل وغیرہم کے کئی کئی نسخوں اور نئے ایڈیشنوں پر آپ کا تحقیقی وعلمی مؤقف وتبصرہ ہر وقت آپکے سرلب رہتا۔

متقدمین محققین کے اصولی اختلافات کی نوعیات وکیفیات اور وجوہات وتوجیہات کی جانچ پڑتال گویا آپکا جزومزاج تھا۔اپنی کتاب ''التاسیس فی مسئلۃ التدلیس'' میں متقدمین ائمہ حدیث کے برخلاف سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقہ ثالثہ میں دلائل ثمینہ اور براہین قاطع کی بناء پر شمار کرنا نہ صرف آپؒ کی علمی ذوفشانی کی بین دلیل ہے بلکہ غرائد علمیہ کے بحر بیکراں پہ صاحب عدل بھی ہے،آپؒ نے پہلی بار اپنی تحقیق سے یہ اجھل نکتہ عالم تحقیق

میں لایا، یہ خالصتاً علمی پہلو ہونے کے سبب عام قارئین کی تفہیم سے باہر ہے، آئندہ کبھی اس پرا لگ سے سیر حاصل گفتگو ہوگی انشاء الله

مذاہب باطلہ بالخصوص حنفی تقلیدی سسٹم کی اونچ نیچ پر آپؒ کا بڑا عمیق اور بسیط مطالعہ تھا، یہ اسی کا منطقی نتیجہ تھا کہ آپؒ کے علمی ڈرون نے دارالعلوم دیوبند انڈیا سے لے کر کراچی کے بنوری ٹاؤن تک اور کراچی کے دارالعلوم سے لے کر خیر المدارس ملتان'' تک نہ صرف تقلید پرستی کے بخیے ادھیڑے بلکہ تقلیدی ایوانوں میں کتاب وسنت پر مبنی مستحکم دلائل کی بنیاد پر وہ زلزلہ بپا کیا جس کے اثرات قیامت کی دیواروں تلک اہل تقلید محسوس کرتے رہیں گے ۔ اگر ایسا کہا جائے تو بھی بجا ہوگا کہ آپؒ ہی وہ یکتا شخصیت ہیں ، جس نے متقدمین ائمہ احناف اور گھمنی وڈیروی تلک ہر ادنیٰ واعلیٰ کی اصل حقیقت صحیح تحتِ از بام کی ۔

آپؒ دفاع حدیث رسول ﷺ میں ٹھیک اس وقت کام آئے ، جب ہر طرف تقلید وجمود کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے تھے، قافلہ انکار حدیث، اجہل پرائمری ماسٹروں ، گھمنیوں، ڈیرویوں اور نعمانیوں نے ہر سو تقلیدی گمراہیوں کے جال بچھائے تھے، منکرین حدیث وسنۃ کے یہ پردہ نشیں ''اکابر پوج ٹولے'' طرح طرح کے حیلے وبہانوں سے عامۃ الناس کو اصل دین حنیف سے منحرف کرنے میں مصروف تھے ، المختصر حدیث رسول ﷺ ظلمات تقلید کے گرداب میں تھی !!!

آپؒ اس ضال ومضل گروہ کے سامنے کوہ سلیمانی ثابت ہوئے ، فتنہ تقلید کا ہر موڑ پے تعاقب کیا اور ہر میدان میں انہیں شکست فاش کا تاریخی تحفہ عنایت کیا! آپؒ کی کتب علمی مقالات، فتاویٰ جات اور ماہنامہ ''الحدیث'' کے علمی وتحقیقی اور تاریخی شمارے تا قیام قیامت امت تقلید یہ کیلئے سوہان روح ہیں۔ سبحان اللہ

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ تاریخی شخصیت ہیں، جس نے علم تحقیق کا بے حد پرچار کیا، عالم وجاہل سبھی کو باخبر کر کے چھوڑا کہ ''ہر عربی عبارت رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہوتی '' آج تقلیدی دنیا اپنے مذہب سے گریزاں اور منہج تقلید سے مفرور اپنے خود ساختہ تقلیدی مذہب

کی دلیل کتب احادیث سے دینے کے ساتھ ساتھ اسکی صحت وسقم کی ادھوری سی صراحت پر مجبور ہوگئی ۔آپؒ کی تحقیقی فکر وتحریک اسقدر برق رفتار بن کر ابھری کہ تقلید پرست مولوی عوامی مذہبی برگشتگی کے خوف وڈر سے ''جمعیت اتحاد'' کے نام سے تقلیدی حیاتی وجودی ٹولہ وجود میں لانے پر عاجز آ گئے ۔

''مخصوص مسائل پر تحقیق'' اور ''مناظرہ کورس'' کی شکل میں کروائے جانے والے تقلیدی تخصصات شیخ زبیر علی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقلیدی پھاڑ'' فکر سے بوکھلاہٹ کا بین ثبوت ہے ۔آپؒ نے مذاہب تقلیدیہ حنفیہ کے فرضی اور افسانوی دلائل کا یوں ستیاناس کیا کہ ''قافلہ باطل'' کے نام سے یہ تحفظ ودفاع پر بے بس ہوگئے ، اور اپنے مشکوک (مظلوم) عوام کو مطمئن کرنے کیلئے اپنے بناوٹی قصے ، ڈرامائی کہانیاں اور دیگر مذہبی خیالات سے صفحے سیاہ کرنا انہیں زیست وزندگی سے زیادہ محبوب بن گیا۔

یعنی اپنے تقلیدی عوام کی تقلید بیزاری اور متنفر واعراض سے تنگ ہوکر کامل منصوبہ بندی سے اس مرد مجاہد کے مقابل آنے کی جسارتیں کرنے لگے ۔مگر انکے یہ تقلیدی ایکشن ہمیشہ انکی سیاہی ورسوائی میں مزید اضافے کا باعث بنے اور پھر بھی بنتے رہیں گے ۔ان شاء اللہ

آپؒ کی تحقیقی فکر بڑی زود تاثیر اور مقبول ترین ٹھہری ، ملک بھر میں آپکے قارئین علماء کی ایک خاصی بڑی تعداد ہے ۔آپؒ کے فیض یافتگان ملک کے کنج کنج وکونے کونے تک پھیلاؤ کر گئے ۔آج باشعور وہابیوں کا بچہ بچہ آپکی تحقیق کا حافظ دکھائی دیتا ہے ۔جس نے کسی مدرسے کا رُخ نہیں کیا۔اللھم زد فزد۔گویا آپؒ نے تحقیق وتخریج کو اہل حدیث کا شعار ، اختصاص اور ورثہ ثابت کیا ۔ ہر زندہ دل اور غیر تمند اہل حدیث کو باطل شکنی کے جذبات سے سرشار کردیا۔

خدمت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آپکی خدمات عالیہ صدا صدا مسلمانوں کی تاریخ کیلئے باعث شرف واعزاز ہیں ۔آپؒ کا علمی وتحقیقی اور حدیثی کردار ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔

آپکی ایک سو عربی و اُردو کتب خدمت حدیث رسول ﷺ کا شاہکار ہیں۔ پاکستان کے ہر معیاری مدرسے کے معیاری مدرس کی اہم ضرورت ہے۔ ہر فکری مکتبے کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں باطل قوتوں کیلئے تباہی و بربادی کا سامان اور مستصلحین کیلئے نشان رشد ہدیٰ ہیں آنے والے ہر محقق کیلئے یہاں سے آگے بڑھنے کیلئے بنیاد وکلید ہیں۔ آپؒ ایک بہترین مناظر، لاجواب محقق، کثیر الکتب مصنف، باکمال مفتی، ایک مدرس، مبصر، ناقد اور مدقق مبلغ تھے، ماہتاب علم الرجال اور شمس علم اسانید وروایات وآثار تھے۔

یا میں یوں کہوں......کہ شیخ زبیر علی زئی ایک کردار کا نام ہے......ایک نظریے کا نام ہے......ایک فکر کا نام ہے......ایک انمٹ تحریک کا نام ہے......تابناک ودرخشاں تاریخ کا نام ہے......ایک مکتب ومدرسے کا نام ہے......کسی دبستان تحقیق کا نام ہے......مصدر جذبہ خدمت حدیث پیغمبر......**الحب فی الله و البغض فی الله** کی عملی تصویر کا نام......اور منبع پرچارِ فکر المحدثین کا نام۔

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کسی ذات کا نام نہیں بلکہ ایک انجمن تھے، ایک جماعت اور ایک مستحکم و مصمم اور راسخ ومضبوط فکری ونظریاتی تنظیم تھے۔ آپ جیسے بلند پایہ محقق، مدتوں بعد کسی قوم و ملت کے لیے وجہ تفاخر بنتے ہیں۔ خال خال ماؤں کا نورِ نظر بنتے ہیں اور کسی خوش بخت خاتون کے مقدر کا ستارہ بنتے ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تلک حدیث رسول ﷺ کا وجود رہے گا، آنے والی کوئی بھی سچی سُچی محبّ دین قوم آپؒ کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتی۔ ان شاء اللہ

الشیخ عبدالرشید ضیاء حفظہ اللہ
(مدرس مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ)

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ چند یادیں کچھ باتیں

ذھبی دوراں، سرمایہ اہل حدیث، عظیم محقق فضیلۃ الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھنے بیٹھا تو تین دفعہ مضمون لکھا ہر بار تو دل مطمئن نہ ہوتا بالآخر ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا سہارا لیکر چند سطور لکھ رہا ہوں۔حضرت الشیخ سے پہلی ملاقات جامعہ اشاعۃ الاسلام 149/EB عارف والا میں ہوئی ان دنوں میں جامعہ مذکور میں مدرس تھا اور حضرت شیخ سے غائبانہ تعارف وقتاً فوقتاً رہتا تھا ان کی کتب اور تحقیق کے چرچے عام سنے تھے، جامعہ کے مرکزی دروازے کے باہر درخت کے نیچے حضرت الشیخ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے تھے، میں آیا اور حضرت الشیخ سے دعا وسلام ہوئی تو اسی وقت جامعہ کی لائبریری میں ساتھ لے آیا مشفق ومربی استاذ محترم حضرت مولانا رفیع الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ اشاعۃ الاسلام اور تمام اساتذہ کے ہمراہ حضرت الشیخ کے خیالات عالیہ سے مستفیض ہوئے۔

حضرت الشیخ کا ایک خط گرامی بھی میں نے محفوظ کر رکھا ہے، اس کے بعد مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ میں جب تدریس کا موقع ملا تو سید حفیظ الرحمان گیلانی کی معرفت معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ نے ''الحدیث'' شمارہ جاری کر دیا ہے، مجھے اس کی زیارت کا بڑا شوق پیدا ہوا الحدیث کے چند شمارے شائع ہو چکے تھے، تو محترم جناب ڈاکٹر خالد محمود بھٹی آف حضرو، ستیانہ بنگلہ تشریف لائے ان سے تعارف ہوا، انہوں نے بتایا کہ ابتدائی شمارے نایاب ہیں اور وہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو چکے ہیں اب دوبارہ ان کو شائع کیا جائے گا، تاہم عزیزم حفیظ الرحمٰن گیلانی نے اپنے کسی عزیز سے ابتدائی نایاب شمارے مہیا کر دیئے ہیں، مسلسل ان

کا مطالعہ کیا کرتا اور طلباء کرام کو ان کا مطالعہ کرنے کی رغبت دلایا کرتا تھا اور الحدیث کے شمارے کسی نہ کسی طریقے سے حاصل کرنے کی پوری کوشش کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے حضرت الشیخ کو تحقیقی خط بھی لکھا اور چند ایک تجاویز بھی پیش کیں جسے انہوں نے شمارہ نمبر۱۴ میں شائع بھی کیا تھا۔اب تو ہر وقت حضرت الشیخ کا تذکرہ رہتا ہے میرے خیال میں حدیث کا کوئی سبق ہو تو اس میں حضرت الشیخ کا تذکرہ نہ ہو بہت ناممکن تھا جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت الشیخ سے فون پر رابطہ ہو جاتا تھا، بڑی شفقت سے پیش آتے کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا کہ حضرت الشیخ بدھ یا جمعرات کے دن سبز منڈی میں تشریف فرما ہیں اور ہم رابطہ کرتے ہیں تو فوراً جواب مراحمت فرما دیتے، ایک دفعہ میں نے عرض کیا حضرت آپ کا نمبر بعض اوقات بند ہوتا ہے تو فرمانے لگے، جب کوئی خاص مضمون لکھنا ہوتا ہے تو موبائل بند کر دیتا ہوں میں آپ کو خصوصی نمبر دوں گا کئی دفعہ حضرت الشیخ خود شرف بخشتے اور فون کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ستیانہ مدرسہ سے بڑا پیار ہے، یہاں کے طلباء بڑے محنتی اور نیک ہوتے ہیں بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام اہلحدیث سلفی بھائیوں سے مجھے محبت ہے اور میں اللہ کی رضا کی خاطر ستیانہ مدرسہ سے محبت کرتا ہوں ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں میں نے رابطہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت اگر ملاقات ہو جائے فرمانے لگے میں ستیانہ بنگلہ ضرور آؤں گا۔

لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ اوکاڑہ تشریف لا رہے ہیں تب اساتذہ اور طلباء نے پروگرام بنایا کہ حضرت الشیخ کو دعوت دی جائے اور مجھے بڑے اصرار سے کہنے لگے کہ دعوت دیں میں نے رابطہ کیا کہ آپ اوکاڑہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم آپ کے راستے میں ہیں فرمانے لگے میں نے لاہور سے اوکاڑہ جانا ہے اور واپسی پر ستیانہ آؤں گا جب اوکاڑہ میں کافی دیر ہو گئی تو کہنے لگے کہ اب میں لیٹ ہو گیا ہوں اور شام کے بعد راستہ کیسا ہے؟ میں نے کہا خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے راستے میں ڈاکو وغیرہ تو نہیں میں نے کہا آپ کو کیا ڈر ہے؟ فرمانے لگے ”ایک شاعر جب گھر آتا تو گھر میں داخل ہو کر

اچھی طرح تالا لگا کر سوجاتا جب باہر جاتا تو گھر کو کھلا چھوڑ کر چلا جاتا لوگوں نے پوچھا کیا وجہ ہے آپ گھر آتے ہیں تو تالا لگا دیتے ہیں اس نے کہا دراصل قیمتی چیز تو میں ہی ہوں اس لیے تالا لگا کر سوتا ہوں۔

ایک مرتبہ فیصل آباد مکتبہ اسلامیہ تشریف لائے میں نے رابطہ کیا تو فرمانے لگے حافظ سرور عاصم صاحب سے رابطہ کر کے ملاقات ہوسکتی ہے کافی جدوجہد کے بعد بالآخر ملاقات میسّر ہوئی اسوقت حضرت الشیخ دارارقم سکول میں تشریف فرما تھے اور جب میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ ملاقات ہوئی اور انہوں نے شفقت سے خصوصی نمبر عنایت فرمایا اور فرمانے لگے آپ جب چاہیں فون کر سکتے ہیں۔

مغرب کے بعد ایک مسجد میں درس قرآن تھا۔ حضرت الشیخ کی معیت میں اس مسجد کی طرف روانگی ہوئی۔ نماز مغرب میں نے حضرت الشیخ کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ تشہد میں تحریک سبابہ نہیں کر رہے۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے پوچھا کہ تحریک سبابہ والی روایات صحیح ہیں؟ فرمانے لگے بلاشبہ یہ روایات صحیح ہیں اور میرا عمل بھی اس پر ہے لیکن بعض اوقات میں بھول جاتا ہوں۔ ایک دفعہ حافظ مزمل مدرس جامعہ امام بخاریؒ سرگودھا کی شادی سے واپسی پر اوکاڑہ سے واپسی مرکز الدعوۃ السّلفیہ تشریف لائے حضرت شاہ عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے گرمیوں کا موسم تھا ہم ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے لگے تو حضرت شاہ صاحب نے کہا کہ سادہ پانی منگوادیں جبکہ حضرت الشیخ نے فرمایا کہ اگر شکر مل جائے تو وہ مجھے پسند ہے چنانچہ شکر منگوائی گئی اور حضرت الشیخ نے میٹھا پانی تناول فرمایا: حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں بھی ملاقات کی غرض سے تلاش کرتے رہے لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔

ایک دفعہ سرگودھا میں زیارت کا شرف حاصل ہوا مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ نے مجھے پابند فرمایا کہ میں سید عبدالشکور اثری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے سرگودھا جاؤں حسب پروگرام میں نے سرگودھا جمعہ پڑھایا اور عصر سے مغرب تک ان کی

خدمت میں بسلسلہ حالات زندگی حاضر ہوا۔ اور مغرب کے بعد حضرت الشیخ کے درس قرآن اور سوال و جواب کی نشست میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت الشیخ نے مختصر سی گفتگو فرمائی اور اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ متعدد سوال کئے گئے حضرت الشیخ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ جوابات مراحمت فرمائے ایک سوال یہ بھی تھا کہ کون سی جماعت حق پر رہے گی؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد اہلحدیث ہیں ان میں سے بعض جہاد کر رہے ہیں بعض اشاعت دین کے دیگر کام سرانجام دے رہے ہیں۔ سوال وجواب کے بعد ان کے کمرہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ کمال شفقت سے پند ونصائح فرمائیں اور کافی دیر مجلس ہوتی رہی اس کے بعد آخری ملاقات مورخہ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار کو ہوئی۔

حضرت الشیخ شاہ عبدالشکور رحمہ اللہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے، سپیشل چک نمبر ۳۶ گ ب میں ان کی قبر پر جنازے کے لیے تشریف لائے۔ عزیزان شکیل اور عثمان محمدی متعلمان مرکز الدعوۃ السّلفیہ کے ہمراہ ۳۶ گ ب میں حضرت شاہ صاحب کی قبر پر جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔

پروفیسر عبدالغفار صاحب اور حافظ سرور عاصم بھی ساتھ تشریف فرما تھے جنازہ پڑھانے لگے تو فرمایا اگر صرف اہلحدیث مقتدی ہوں تو میں جنازہ سراً پڑھاتا ہوں اگر سبھی لوگ ہوں تو جنازہ جہراً پڑھاتا ہوں اگرچہ دونوں طرح جائز ہے۔ حضرت الشیخ نے ۴ تکبیرات کے ساتھ سرّی جنازہ پڑھایا اور ایک طرف سلام پھیرا اور واپسی پر میرے غریب خانے میں دوپہر کا کھانا تناول فرمایا طلباء ساتھی گنے کا رس لے کر آئے کیونکہ حضرت الشیخ پسند فرماتے تھے لیکن فرمانے لگے ہم نے پہلے ہی کافی پی لیا ہے۔ اب گنجائش نہیں ہے۔

یہ ہماری ان سے آخری ملاقات تھی اس کے بعد حضرت الشیخ سے وقتاً فوقتاً فون پر ملاقات ہوتی رہتی۔ بعض اوقات لطائف کا تبادلہ بھی فرماتے تھے اور بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ بالآخر ان کی ہماری آن پہنچی اور کئی دن مسلسل بیمار رہ کر ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو اپنے

خالق حقیقی سے جا ملے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَلَانَقُوْلَ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا اِنَّا بِفِرَاقِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ)شکیل بھائی کی کوشش سے طلباء واساتذہ نے نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی اورمحترم الشیخ حافظ محمد شعیب ۔الشیخ مولانا عبداللہ یوسف صاحب ۔الشیخ قاری عبدالمنان صاحب، جناب قاری محمد یحی حسن صاحب، مدرسین جامعہ،مولانا نصراللہ صاحب ناظم تبلیغ اور منتہی کلاسوں کے طالب علم ساتھیوں کی معیت حضرو میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ

صبر وہی ہے جو مصیبت آتے ہی کیا جائے

عن ثابت قال سمعت انس رضی اللہ عنهما عن النبی ﷺ قال :الصبر عندالصدمة الاولیٰ

سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے نقل کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔(بخاری:۱۳۰۲)

تشریح: اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم پر کوئی مصیبت آئے تو ہم کو چاہیے کہ ہم اس پر صبر کریں بجائے اسکے کہ جب ہم اپنے آپ کو راضی کرلیں تو پھر کہے کہ ہمارا صبر ہیں اور ہم اللہ کے اس فیصلے پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا نعم البدل عطا فرمائیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ صبر وہی ہے جو صدمہ آتے ہی کیا جائے۔جیسا کہ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ نے اسے منع فرمایا تو وہ خفا ہوگئی، پھر جب اس کو آپ کے متعلق علم ہوا تو وہ دوڑی ہوئی معذرت خواہی کے لیے آئی۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب کیا رکھا ہے صبر تو شروع میں ہوا کرتا ہے۔

ہمارے فیس بک پیجز لائیک کریں!

www.facebook.com/DaeefHadiths

www.facebook.com/AhlulHadithWalAthar

www.facebook.com/MuhaddithZubair

www.facebook.com/SahihMadaniPhool